ادبیات

اے دور سے آنے والے!

از جناب بشیر ساجد صاحب بی اے۔

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے ؟ دلی میں پہنچکر دلی کا جویا ہے، عجب سودائی ہے
دل مانے نہیں جو آنکھوں نے دلی کی نشا دکھلائی ہو؟ اک روندی ہوئی سی رفعت ہو اک اٹھتی ہوئی گہرائی ہے۔

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

ویران محل خانے صدہا، اکھڑی ہوئی رنگیں بنیادیں ٹوٹے ہوئے بیکس قلعوں کی گرتی ہوئی سنگیں دیواریں
مٹتی ہوئی بے بس نقاشی، پھوٹی ہوئی مسکیں محرابیں سوتی ہے قبروں میں دلی یہ پونجی لے کر پہلو میں

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

جس وقت فرشتے تاریکی کے شام کی نیا کھیتے ہیں یہ مقبرے اور محل خانے سایوں کے چپو دیتے ہیں
ان شاہی شبستانوں میں آکر بھوت بسیرا لیتے ہیں راتوں کا پرندہ ہو کہتا ہے، اور طوطے انڈے سیتے ہیں

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

پانڈو ہوں کہ رائے پتھورا ہو، ایبک یا علاؤ الدین خلجی تغلق ہوں کہ لودھی ہوں سارے مٹی میں ہوئے مل کر مٹی
مدت سے سونی قبروں میں سوتی ہے عظمت مغلوں کی بندر اب ان دالانوں میں کرتے ہیں راج سبھا اپنی

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

یہ کھنڈر کیا بتلائیں وہ کس طور کے ڈھنگ کے بندے تھے تقدیر امم کے مالک تھے شمشیر و خدنگ کے بندے تھے
انجام کو بندۂ عیش ہوئے آغاز میں جنگ کے بندے تھے روندے ہیں قضا نے پاؤں تلے جو رستم و رنگ کے بندے تھے

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

وہ اندر پرست کے بانی ہوں یا عازم چین و ایراں ہوں
معمار ہوں قطب و کوٹلہ کے یا شایق باغ و بہاراں ہوں
وہ قلعۂ سرخ بناتے ہوں یا ہمسر آلِ عثماں ہوں
مقہور زمانہ سب ٹھیرے ہندو ہوں یا کہ مسلماں ہوں

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

اس اجڑی بگڑی بستی میں خاموش سی انساں رہتے ہیں
شیدا ہیں جمود و تعطل پر حرکت سے گریزاں رہتے ہیں
اپنے سایے سے ڈرتے ہیں ہر شے سے ہراساں رہتے ہیں
ہاں اٹھے صاحب تیغ و قلم اب صاحبِ دیواں[1] بنتے ہیں

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

مُردوں پر اپنے نازاں ہیں اور ہڈیاں بیچنے والے ہیں
تقدیر نے قلعۂ سرخ سے جب سے دھکے دیکے نکالے ہیں
رہبر ہیں نظام الدین کے مسجد جامع کے رکھنے والے ہیں
اوروں کی طرح تو بھی لکھ لے ہندوستانی ہیں کالے ہیں

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

جو جھکڑ مشرقِ وسطیٰ سے اٹھ کر دلی پر چھاتے رہے
دلی کی فضا میں بادِ صبا بن کر تندی کھو جاتے رہے
ریگستانوں سے دور ہوئے گلزاروں میں اٹھلاتے رہے
یوں گھلنا ملنا سیکھ گئے مٹ مٹ کر بھی اتراتے رہے

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

یہ سحر ہوا بندی کیا ہے "مغرب کے طوفاں" نے سمجھا
پانی کی لہروں پر آیا ہولے سے چھایا لوٹ گیا
پھر لوٹنے والے طوفاں نے رفتار صبا کا روپ بھرا
آکاش کا رنگ بدلنے سے پہلے ہی ساحر مات ہوا

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

انعام ملوکانہ کی جگہ سامان تجارت نے لے لی
اصحاب حکومت کی گدی ارباب سیاست نے لے لی
محکوم کی دلجوئی کی جگہ تدبیر حفاظت نے لے لی
چہروں پہ صفائی آتی گئی جا دل میں کدورت نے لے لی

اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

---

[1] کلرک اور شاعر

ہر چیز مٹی، بدلی لیکن جمنا کی روانی قائم ہے ہاں قلعۂ سرخ کے سائے میں لہروں کی جوانی قائم ہے
ملتے ہیں پتھر مٹی میں، مٹی پر پانی قائم ہے عظمت کے فسانے ختم ہوئے عبرت کی کہانی قائم ہے
اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

یہ پردۂ آب ہے پردۂ سیمیں اور تماشائی دنیا کتنے ہی فسانوں کے منظر دکھلاتی ہیں اس پر عکس اپنا
تصویریں چلتی پھرتی ہیں، ہے سارا کھیل یہ جادو کا ہے پردہ صاف کا صاف مگر جونہی کہ تماشا ختم ہوا
اے دور سے آنیوالے تجھے کس شے کی تمنا لائی ہے

غزل

از منظر صاحب امروہوی

رندوں کو مل رہا ہے توبہ کا اک بہانا ساقی شراب لانا! ساقی شراب لانا
صبحِ شباب! توبہ کیا وقت تھا سہانا رنگیں تھی ہر حقیقت دلکش تھا ہر فسانا
اے انقلابِ دنیا، اے گردشِ زمانا دل مائلِ جنوں ہے اب سامنے نہ آنا
شبنم کے چند آنسو بجلی کا مسکرانا سو طرح کہہ رہی ہے فطرت مرا فسانا
میں دل کی دھڑکنوں میں کچھ زندگی تو بھرلوں کچھ دیر مسکرالو پھر چاہے روٹھ جانا
یہ بھی ترے کرم کی دلچسپ داستاں ہے دنیا سمجھ رہی ہے جس کو مرا فسانا
خودداریِ جنوں پر الزام آنہ جائے اے میری چشمِ حیراں جلووں میں کھو نہ جانا
دادِ وفا کا تم سے طالب نہیں ہے کوئی
افسانۂ منظر کو تم سن کے بھول جانا